فکر و نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ- الآیۃ!"

قانونی اختلافات سے عافیت کتاب و سنّت کی دستوری حیثیت تسلیم کرنے میں ہے!

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ!" (الانعام: ۳۸)

کہ "ہم نے اس کتاب (شریعت) میں کوئی کمی نہیں چھوڑی!"

قرآنِ مجید بلاشبہ ایک مکمل دستورِ حیات ہے اور اگر کسی مسئلہ کی صراحت ہمیں قرآنِ مجید میں نہیں ملتی، تو اس سے اس کا دستوری کمال مجروح نہیں ہوتا۔ کیونکہ قرآنِ مجید تنہا نہیں آیا، بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور اس کی تشریح و تبیین کے لیے بھی آپؐ ہی کو مقرر کیا گیا۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں آپؐ کا منصب یہ بیان ہوا ہے کہ:

"وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ!" (النحل: ۴۴)

"(اے نبیؐ!) ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس چیز کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے":

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بیان سنت ہے۔ جو قرآنِ مجید کی واحد متعیّن تعبیر ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو سلیے ہوتے

کپڑوں میں طواف کرتے دیکھا تو آپؓ نے اسے منع فرمایا، جس پر اس شخص نے کہا، "قرآنِ مجید میں یہ ممانعت کہاں مذکور ہے؟" تو آپؓ نے اسے قرآنِ مجید کی یہ آیت پڑھ کر سنائی:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا!" (الحشر: ۷)

کہ "رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو، اور جس سے منع فرمائیں، اس سے باز رہو!"

اس مختصر سے واقعہ سے کتاب وسنت کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کا دستورِ حیات قرآنِ مجید ہے اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کی آخری تعبیر! ——— لہٰذا قرآنِ مجید کی موجودگی میں کسی بھی دستور سازی کی نہ گنجائش ہے اور نہ ہی ہمیں اس کا حق پہنچتا ہے ——— یہی وہ حقیقت ہے جس کو ایک مدت سے ہم "محدث" کے انہی صفحات میں مختلف انداز سے پیش کرتے چلے آرہے ہیں!

روزنامہ "نوائے وقت" نے اپنی ۷، مئی ۸۴ء کی اشاعت میں "قصاص و دیت کے موضوع پر" "ایوانِ وقت" کے زیرِ اہتمام ایک مذاکرہ کی تفصیلات شائع کی ہیں۔ اس مذاکرہ میں چند خواتین کے علاوہ علامہ محمود احمد رضوی اور مفتی محمد حسین نعیمی بھی شامل تھے ——— خواتین کا یہ موقف تھا کہ عورت کی دیت مرد کے مقابلہ میں آدھی نہیں، بلکہ مرد کے برابر ہونی چاہیے جبکہ علامہ صاحب اور مفتی صاحب کا موقف یہ تھا کہ عورت کی دیت مرد کے مقابلہ میں نصف ہوگی! ——— قطع نظر اس کے کہ صحیح موقف کیا ہے؛ . . . .

. . ہم قارئین کے نوٹس میں چند ایسی باتیں لانا چاہتے ہیں، جو دوسروں کے علاوہ خود علامہ صاحب اور مفتی صاحب کو بھی دعوتِ فکر دیتی ہیں اور جو بے ساختہ اس مذاکرہ کے دوران ان کی زبان سے نکل گئی ہیں ——— بے ساختہ اس لیے کہ "صاحبین" کا تعلق اس مکتبِ فکر سے ہے، جن کے نزدیک پاکستان میں نفاذِ اسلام کے سلسلہ کا شارٹ کٹ یہ ہے کہ یہاں فقہ حنفی نافذ کر دی جائے، بلکہ وہ اس کے علمبردار بھی ہیں۔ لیکن اس موقع پر انہوں نے صرف اور صرف کتاب وسنت کی بات کی ہے!

— چنانچہ آغازِ گفتگو میں علامہ صاحب نے فرمایا:

۱۔ "اصول یہ ہے کہ قرآن و سنت اجماعِ امت، یہ تین چیزیں بنیادی ہیں اس میں ہم اپنی رائے کا دخل نہیں دے سکتے!"

۲۔ یہ بات آپ کو تسلیم کرنی ہوگی کہ قرآنِ پاک میں نصِ قطعی سے ثابت ہے کہ میراث میں عورت کو نصف ملتا ہے اور مرد کو ڈبل ملتا ہے (لہٰذا دیت میں بھی یہی نسبت ہوگی!)"

اس پر ایک خاتون نے اس کی حکمت یہ بیان کی کہ:

"عورت کو آدھی جائداد اس لیے ملتی ہے کہ مرد پر مالی ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں اور عورت پر نہیں!"

تو علامہ صاحب نے ارشاد فرمایا:

۳۔ "یہ جو آپ نے وضاحت بیان کی ہے، یہ اپنی طرف سے بیان کی ہے، آپ عالم کی کیا بات کرتی ہیں، ہم کسی عالم کو نہیں مانتے، ہم تو آیت کو مانتے ہیں، آیت میں دکھلائیے کہ یہ کہاں ہے؟"

علامہ صاحب نے مزید فرمایا:

۴۔ "یہ طے ہے کہ ہر چیز کی تفصیل قرآن میں موجود نہیں ہے۔ قرآن نازل ہوا نبی کریمؐ پر، اور حضور اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کا مبیّن قرار دیا!"

اس پر ایک خاتون نے کہا کہ:

"جب قرآن میں یہ چیزیں موجود نہیں ہیں تو پھر کہاں سے لی گئی ہیں؟"

ارشاد ہوا:

۵۔ "یہ حدیث سے لی گئی ہیں!"

حضرت علامہ صاحب کے یہ الفاظ، جو ہم نے اُوپر نقل کیے ہیں، پکار پکار کر یہ اعلان کر رہے ہیں کہ وُہ قرآنِ کریم ہی کو اپنا دستورِ حیات تسلیم کرتے ہیں، نیز یہ کہ ان کے نزدیک کسی غیر نبی کی بات نہ تو حجت ہے اور نہ ہی کسی کو شریعت میں اپنی رائے کے ذریعہ دخل دینے کا کوئی حق حاصل ہے — وُہ یا تو آیتِ قرآنی کو دیکھتے ہیں، اور اگر آیت میں صراحت موجود نہ ہو تو قرآنِ کریم کے مبیّن، رسولِ اکرمؐ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کو دیکھتے ہیں ــــ پھر کیا ان سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ، حضرت وہ اقوالِ ابی حلیفہؒ کیا ہوتے، کہ جن میں آپ لوگوں کی طرف سے پوری شریعت کو منحصر جان لیا گیا ہے اور جن کو رد کرنے والے کی سزا، ریت کے ذروں کے برابر، رب کی لعنت ہے؛ [1]

ــــ اور کیا اس اعلان کے بعد بھی آپ تقلید کو باعثِ فخر خیال کرنے، غیر مقلد لیکن متبع سنت کو مطعون کرنے ــــ نیز آپ کے ساتھی ۱۹۷۳ء کے دستور کو صحیفۂ آسمانی قرار دینے پر اصرار جاری رکھیں گے؟ ــــ یا ان کے نزدیک ملکی سیاست اور چیز ہے اور "ایوانِ وقت" کی سیاست اور؟

ــــ بہر حال ؎

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہ مصلحت بیں سے وہ رندِ بادہ خوار اچھا

اسی طرح جب ایک خاتون نے کہا کہ:

"دو احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی پوری دیت ہے!"

تو علامہ صاحب نے فرمایا:

۶- "حدیث اور قول میں فرق ہوتا ہے!"

ہمیں افسوس ہے کہ ایک دوسری خاتون نے یہ کہہ کر: "بحث کرنے سے کیا فائدہ، کوئی ٹھوس بات ہونی چاہیے!" علامہ صاحب کی بات کاٹ دی۔ ورنہ ہمیں یقین ہے کہ اگر علامہ موصوف کو اس اجمال کی تفصیل بیان کرنے کا موقع مل جاتا، تو اس میں خود ان کے علاوہ بہتوں کا بھی بھلا ہوتا!

اس کے بعد ایک خاتون نے عورت کی پوری دیت پر اصرار کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کی کہ "آج کے دور میں عورت مرد کی طرح اپنے خاندان کی کفیل ہے"، تو علامہ صاحب

---

[1] یہ اس شعر کا ترجمہ ہے جو کسی حنفی مقلد عالم نے کہا ہے کہ

؎ فَلَعْنَةُ رَبِّنَا أَعْدَادَ رَمْلٍ
عَلٰی مَنْ رَدَّ قَوْلَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ

نے یہ کہہ کر اس کی تردید فرمائی کہ :

"جس فلسفے کی بنیاد پر آپ دیت کا تعین کرنا چاہتی ہیں، تو پھر نماز کی رکعات میں بھی اسی فلسفے کی روشنی میں کمی کر لیں"، کیونکہ "اب مشینی دور ہے، انسان کے پاس وقت کی بہت کمی ہے!"

جواب ملا کہ :

"چھوٹ تو دی گئی ہے کہ جب تھکے ہوئے ہو تو نماز کم پڑھ لو!"

تو علامہ صاحب نے فرمایا :

"وہ تو مسافر کے لیے ہے اور قرآن مجید نے دی ہے، ہم نے اپنی طرف سے تو نہیں دی۔ ہزاروں مسائل اس قسم کے ہیں۔ یہ نفسیاتی اثر ہے کہ آپ کہہ رہی ہیں کہ دیت نصف ہو گئی ہے ...... لیکن جہاں قرآن و سنت کی بات آجاتی ہے تو بحیثیت مسلمان ہمیں قرآن و سنت کی روشنی میں ہی کام کرنا ہو گا!"

ع کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے!

چنانچہ اس اصول کی بناء پر اگر یہ تسلیم کر لیا جاتا کہ اجتہاد کے دروازے آج بھی کھلے ہیں، اور اس طرح تقلید کے قلادہ سے اپنے تئیں آزاد کر کے کسی ایک فقہ پر اصرار بے معنی ہو کر رہ جاتا، تو آج پاکستان میں شریعت کی عملداری کا معاملہ "ہنوز روزِ اوّل" کا نہ ہوتا ــــــ کیا یہ حقیقت نہیں کہ علامہ موصوف کے بھائی بندوں کی طرف سے اب تک یا تو فقہ حنفی کے نفاذ کی صدا بلند ہوئی ہے یا ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی کے بعد آزادانہ انتخابات کی، ورنہ تحریک چلانے کی دھمکیاں دی گئی ہیں، لیکن نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں قابلِ قدر راہنمائی سے، جو ان کا اوّلین فریضہ تھا، ان کا دامن تقریباً خالی ہے ــــ پھر کیا پاکستان میں نفاذِ شریعت کے مسلسل التواء کی افسوسناک صورتِ حال کے وہ ذمہ دار نہیں ہیں؟ جبکہ سیاسی طور پر اس سلسلہ کی ناکامیوں کا پورا وزن حکومت کے پلڑے میں ڈال دیا گیا ہے ــــــ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ!

مزید برآں، ایک خاتون نے اپنے موقف پر اصرار جاری رکھتے ہوئے کہا کہ :

"ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام کی ایسی تاویل کی جائے جو موجودہ زمانے کے مطابق ہو!"

تو علامہ صاحب نے فرمایا:

۸۔ "اسلام کی تاویل کرنے کا ہمیں یا آپ کو کیا حق ہے؟ قرآن پاک کی تفسیر کرنے کا حق اللہ تعالیٰ نے سوائے رسول کریمؐ کے کسی کو نہیں دیا۔"

مزید ارشاد ہوا:

۹۔ علماء اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ تو آپ کا اپنا نظریہ ہے اور آپ اپنے عقیدے اور مسلک کی مالک ہیں، آپ پر کوئی جبر نہیں اور نہ ہی آپ کسی پر جبر کر سکتی ہیں ...... سوال یہ ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں کیا فیصلہ ہونا چاہیے!"

جناب علامہ صاحب، فقہ حنفی کو آپ سے بجا طور پر یہ شکوہ ہے کہ آپ نے اپنی پوری گفتگو میں اسے بری طرح نظر انداز فرمایا ہے، البتہ حاملین کتاب و سنت آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے تمام علماء کو کتاب و سنت کا پابند کر دیا ہے ــــ اور اس طرح تقلید کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں! ــــ جزاکم اللہ خیرا!" تاہم آپ کی اس جبر والی بات سے ہمیں اختلاف ہے، کیونکہ دین کسی کا پرائیویٹ معاملہ نہیں۔ اور جس قرآن و سنت کی آپ بات کر رہے ہیں، خود قرآن مجید ہی میں یہ آیات موجود ہیں:

"وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ!" (المائدۃ ۴۴)

کہ "جس نے "ما انزل اللہ" کے مطابق فیصلہ نہ کیا تو یہ لوگ کافر ہیں!"

نیز فرمایا:

"وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا!" (النساء: ۱۱۵)

کہ "جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مخالفت کی ٹھانی، بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور وہ مومنوں کی راہ چھوڑ کر کسی اور راہ پر نکل کھڑا ہوا، تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے، جس طرف کہ اس نے منہ اٹھا لیا ہے (مزید براں) ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے جو کہ بہت ہی بری جگہ ہے!"

——— چنانچہ یہی بات سمجھانے کے لیے آپ "ایوانِ وقت" میں تشریف لے گئے تھے، پھر یہ مداہنت کیونکر؟

علامہ محمود احمد صاحب رضوی کے خیالات سے مستفید ہونے کے بعد "نوائے وقت" نے تجویز پیش کی کہ "مفتی نعیمی صاحب بھی موجود ہیں، ان کو بھی اظہارِ خیال کا موقع دیں۔ چنانچہ مفتی صاحب میدان میں آئے، خوب گرما گرم بحث ہوئی۔ ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مفتی صاحب نے بعض باتیں بہت خوب صورت کہیں، بالخصوص ایک بات تو انہوں نے ایسی کہی کہ ہم اس پر انہیں مبارکباد پیش کرنا چاہتے ہیں ——— انہوں نے فرمایا:

۱۰۔ "اچھا میں آپ کی بحث ختم کرنے کے لیے ایک خوشخبری سنا دوں، ہم نے راجہ ظفر الحق صاحب کی زیرِ صدارت نیا مسودہ بنایا ہے۔ کیونکہ یہ جھگڑا ختم نہیں ہو پاتا تھا۔ اس پر تمام کمیٹیوں نے بیٹھ کر یہ مسودہ تیار کیا ہے اور یہ سپریم کورٹ میں بھیج دیا گیا ہے ——— **دیت قرآن وسنّت** کے مطابق طے کی جائے گی۔ مگر اس کی مقدار کتنی ہوگی، یہ سپریم کورٹ پر چھوڑ دی گئی ہے اور ہمارے خیال میں یہ آپ کو قبول ہوگا!"

؎ نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی؟
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں!

قارئینِ کرام! ——— **تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ** ——— **وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ!** ——— نوائے وقت، جس نے مفتی صاحب اور علامہ صاحب کے ارشادات سننے سے قبل یہ کہا تھا کہ "اسلامی حکومت کو یہ اختیار ہے کہ وہ دیت جتنی چاہے مقرر کرے۔ قرآنِ پاک نے اس کی حد مقرر نہیں کی!" ——— آخر میں یہ اعلان کیا کہ: "...... ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (جو کچھ) فرما دیا، ہم نے مان لیا، اس میں تو کسی قسم کی گنجائش ہی نہیں!"

یہ خوشخبری ہمارے لیے بھی خوشخبری ہے، کہ اس خوشخبری کو ان لوگوں نے

خوشخبری کے نام سے موسوم کیا ہے، جو اس سے پیشتر فقہ حنفی کے نفاذ کے علاوہ کوئی بات سننے کے بھی روادار نہیں تھے۔ لیکن آج وہ اپنے مسائل کا حل صرف اور صرف کتاب و سنت میں تلاش کر رہے ہیں ـــــ اور یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ آج سے تھوڑا عرصہ قبل جب خواتین کی طرف سے "دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے" کے خلاف شور اٹھا تھا، اخبارات میں ان بحثوں کا نہ ختم ہونے والا طویل سلسلہ شروع ہو گیا تھا، اور ہر کس و ناکس نے آیاتِ قرآنی کو بچوں کا کھیل بنا لیا تھا، حتیٰ کہ یہ مسئلہ مجلسِ شوریٰ میں پہنچا تو بالآخر عافیت اسی میں نظر آئی کہ اس بحث کو ہی ختم کیا جائے کہ عورت کی گواہی آدھی ہے یا پوری؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کتاب و سنت اس بارے میں کیا کہتے ہیں، چنانچہ اس کا حل یہ پیش کیا گیا کہ اس مسئلہ میں کتاب و سنت کو قانونی حیثیت دی جائے ـــــ اور قارئین جانتے ہیں کہ بے چینی کی ان شوریدہ سر لہروں کو کتاب و سنت کے اس ساحل سے ہمکنار ہونے پر ہی سکون میسر آیا تھا۔

ـــــ پس حالات چیخ چیخ کر اور پکار پکار کر یہ دعوت دے رہے ہیں کہ، اللہ کے بندو، قرآنِ مجید کو اپنا دستورِ حیات تسلیم کر کے اس کی واحد، متعین اور آخری تعبیر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنے دکھوں کا مداوا، مسائل کا حل، الجھنوں سے چھٹکارا، بے چینیوں کا سکون اور پریشانیوں سے نجات حاصل کرو ـــــ اسلام دین کامل ہے اور شریعتِ اسلامیہ عبارت ہے کتاب و سنت سے، جو تاقیامت ہمارے لیے رہنمائی کی حیثیت رکھتی ہے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا، نہ رسولؐ۔ نہ یہاں کسی مرکزِ ملت کی گنجائش موجود ہے اور نہ ہی کوئی نئی شریعت آسمانوں سے نازل ہو گی ـــــ یہی وہ شریعت ہے، یہی وہ دین ہے جس کو بالآخر تمام ادیانِ باطلہ پر غالب ہو کے رہنا ہے ـــــ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ!

ـــــ پھر کیا آپ یہ پسند نہیں کرتے کہ اس مبارک مشن کی تکمیل میں آپ بھی اپنا حصہ بانٹ لیں اور ان مصائب و آلام سے بھی نجات حاصل کر لیں جن کے باعث پورا عالمِ انسانی بے چین ہے اور جن کا یہی ایک حل ہے کہ:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا !" (النساء: ۵۹)

کہ "اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر کی بھی (لیکن) اگر کسی بات میں تمہارا نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹا دو (یعنی کتاب و سنت میں اس کا حل تلاش کرو) اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہو۔ یہی بھلائی ہے اور یہی انجام کار کے لحاظ سے بہترین طریقہ ہے!"

چنانچہ آج حالات و واقعات نے بھی اس کی گواہی دے دی ہے کہ قرآن مجید کی من مانی تاویل نہیں، بلکہ کتاب و سنت کی پابندی ہی "اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا" ثابت ہوئی ہے!

آخر میں ہم کتاب و سنت کے علمبرداروں سے بھی یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے وقت میں، جبکہ فقہ حنفی میں ہی پورے اسلام کو منحصر جاننے والے کتاب و سنت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، تو انہیں ان کی پرانی روش کی دیکھا دیکھی، محض رفتارِ زمانہ کا ساتھ دینے کے شوق میں اس نعرہ کو نہ اپنانا چاہیے کہ "۱۹۷۳ء کے دستور کو بحال کیا جائے"۔ کیونکہ ہمارا دستور قرآن مجید ہے، جس کی عملی تشریح و تعبیر ہمیں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتی ہے۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ اپنے دامن کے ان انمول موتیوں کو چھوڑ کر ان ٹکڑوں کی طرف نہ دیکھیں جو چند مغرب زدہ ذہنوں نے اہلِ مغرب سے مانگ کر اپنی گودڑی میں بھر لیے ہیں۔ یہ دور تقلید کا دور نہیں، اتباعِ سنت سے مالا مال ہونے کا ہے ۔۔۔ یہ وقت سونے کا نہیں، جاگ کر راہنمائی کرنے کا ہے۔ لوگ آپ کے مشن کی تکمیل کے لیے آپ کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، انہیں مایوس ہو کر واپس نہ لوٹنا چاہیے۔ ۔۔۔ آج سے آپ کا متفقہ مطالبہ صرف یہ ہونا چاہیے کہ ہمارے تمام مسائل کا

حل صرف کتاب وسنّت میں مضمر ہے —— یاد رکھیے، آپ کی یہ آواز نعرہ بن جانی چاہیے کہ:

" وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا! "

اور پھر اس مقدس مشن کی تکمیل کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں میدانِ عمل میں لے آئیں —— واللہ الموفق! —— واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین!

(اکرام اللہ ساجد کیلانی)

شعر و ادب

جناب تابش مہدی ایڈیٹر "الایمان"
دیوبند (بھارت)

پتھر سے امّید عبث ہے

کالے ہوں یا اُجلے پتھر
ہوتے ہیں کب کس کے پتھر

پتھر سے امید عبث ہے
پتھر تو ہیں پگلے پتھر

درد و سوز کے پیکر انساں
ہو جاتے ہیں کیسے پتھر

پریم نگر کی ریت یہی ہے
کھالے خوشی سے پیارے پتھر

پھولوں کی نگری میں تابش!
ہم نے اکثر دیکھے پتھر